4۔ میدان کربلا میں صبح کا منظر

میر انیس (۱۸۰۰ء۔۱۸۷۴ء)

تعارف: میر انیسؔ کا اصل نام ببر علی تھا۔ ۱۸۰۰ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ میر خلیق والد اور دادا میر حسن تھے۔ انیسؔ کا کمال مرثیہ نگاری ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ دل میں ایک چھوٹی سی کربلا بسا رکھی تھی۔ انیسؔ کا مرثیہ اعلیٰ خصوصیت کا حامل ہے اور انیسؔ کی زبان صاف اور شستہ ہے۔ انیسؔ کا مرثیہ حقائق سے لبریز ہے اس لیے الفاظ دل پر اثر کرتے ہیں۔ ۱۸۷۴ء میں پیوند خاک ہوئے۔

خلاصہ: (ملتان 13، 2008، راولپنڈی 12ء)

میدانِ کربلا میں صبح کے ظہور کا منظر بے حد حسین تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور صحرا کی چمک دمک اطلس کو خجل کر رہی تھی۔ درخت بھی جھوم رہے تھے، پھولوں کی مہک اور شبنم کے جواہر کی چمک نے منظر کو بے حد حسین بنا دیا تھا۔ مرغانِ چمن چہک رہے تھے۔ اور چاروں اطراف میں پھول کھلے ہوئے تھے۔ قمریاں یادِ الٰہی میں محو تھیں اور چیونٹیاں بھی اللہ کے حضور دعا گو تھیں۔ نہ صرف پھول بلکہ کانٹے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مگن تھے۔ پرندے فضا میں، ہرن میدانوں میں اور شیر اپنے کچھار میں، سب اپنے اپنے انداز اور طریقے سے اللہ کی تسبیح میں محو تھے۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1 (گوجرانوالہ بورڈ 2007)

ٹھنڈی ہوا میں، سبزۂ صحرا کی وہ لہک ۔۔۔ شرمائے جس سے، اطلسِ زنگاری فلک
وہ جھومنا درختوں کا، پھولوں کی وہ مہک ۔۔۔ ہر برگِ گل پہ، قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے، گوہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے، جواہر نگار تھے

حل لغت:
سبزۂ صحرا: صحرا کی گھاس ۔۔۔ لہکنا: جھومنا، ہوا سے ہلنا ۔۔۔ اطلس: اعلیٰ ریشمی کپڑا
زنگاری فلک: نیلا آسماں، جس میں سبز رنگ نمایاں ہو ۔۔۔ مہک: خوشبو ۔۔۔ برگ گل: پھول کی پتی ۔۔۔ جھلک: عکس، روشنی
خجل: شرمندہ ۔۔۔ گوہر یکتا: قیمتی موتی، بے مثال موتی ۔۔۔ شجر: درخت ۔۔۔ جواہر نگار: مرصع، موتیوں کی طرح خوبصورت

مفہوم: دشت کربلا میں ٹھنڈی ہوا سے گھاس جھوم رہی تھی۔ سبز گھاس سے نیلا آسماں بھی شرما رہا تھا۔ درختوں کے جھومنے سے اور پھولوں کی پتیوں پر شبنم کے قطروں پر ہیرے جواہرات قربان ہو رہے تھے۔ ہر درخت کے پتے بھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہیرے ٹانک دیے گئے ہوں۔

تشریح:

میر انیس لکھنؤ کے سب سے بڑے مرثیہ نگار ہیں۔ اشعار میں تشبیہات و استعارات، صنائع الفاظ اور تراکیب کے انتخاب میں بے مثال ہیں۔

تشریح طلب بند کے پہلے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ صبح ہو رہی ہے جیسے ہی سورج مشرق کے ابر آلود افق سے جھانک

تھی تو ایسے سہانے وقت میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے خوش گوار جھونکے چل رہے تھے۔ یہ ہوا روح کے لیے باعث تسکین اور جسم کے لیے باعث راحت تھی اور پھر اس مست و بے خود کر دینے والی ہوا نے دشتِ کربلا کی ہری ہری گھاس کو بھی رقاص بنا رکھا تھا۔ اس بادِ صبا کے جھونکوں سے متاثر ہو کر گھاس بھی جھوم رہی تھی۔ غرض یہ کہ یہ سماں نہایت ہی حسین تھا۔

یہ سرد شبنمی ہوا ۔۔۔ یہ صحت آفریں سماں
یہ فرش سبز گھاس کا ۔۔۔ یہ دل فریب آسماں

دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ نباتات کی تازگی اور سرسبز گھاس کی لہلہاہٹ اور اس کی کثرت نیلگوں آسمان جس میں سبز رنگ نمایاں تھا، کو خجل کیے ہوئے تھی، یہ اس قدر حسین و دل کش منظر تھا کہ شاید چشمِ فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔ لہٰذا پہلی مرتبہ اس قدر جاذب نظر منظر آسمان کو شرمندہ کیے جا رہا تھا۔ مزید برآں سبزۂ صحرا کی ہریالی کے سامنے سبز ریشمی کپڑا بھی ہیچ تھا۔ گویا:

صبح کا منظر ہے کتنا دل نشیں ۔۔۔ ہر طرف ہے نور سا پھیلا ہوا

تیسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ ایسے حسین نظارے کو دیکھ کر درختوں کی ٹہنیاں بھی عالمِ مستی میں محوِ رقص تھیں، اس پُرنور فضا اور پرسرور ہوا نے اُسے بھی عالمِ وجد میں لا کھڑا کیا تھا اور سونے پہ سہاگہ کہ اس قدر لطیف ہوا میں پھولوں کی خوش بو، گلاب کی فرحت بخش مہک اور چنبیلی کی خوش بو شامل ہو کر فضا کو مہکا رہی تھی۔

چوتھے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ یہ تو زمینی اشیا کی متنوع کیفیت تھی اور اس منظر کو مزید چار چاند لگانے کے لیے آسمان نے بھی اوس برسانا شروع کر دی۔ ننھے ننھے بے رنگ اور صاف و شفاف شبنمی قطرے پھولوں کی پتیوں پر آ کر محوِ خواب ہو گئے اور پھول جن کی خوبصورتی پہلے ہی بلا کی تھی اب مزید حسین ہو گئے تھے۔

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا ۔۔۔ تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

پانچویں مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ ان شبنمی موتیوں کی چمک دمک کے سامنے قیمتی ہیرے، جواہرات، لال و سبز یاقوت ہیچ تھے۔ ان شبنمی قطروں میں چمک کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فزیکل سائنس ہمیں اس کا ثبوت دیتی ہے۔ صبح سویرے جب شبنم پڑتی ہے تو یہ اندھی (تاریک / بے نور) ہوتی ہے۔ جوں ہی سورج نکلتا ہے تو اس کی شعاعیں شبنمی قطروں میں داخل ہوتی ہیں تو ریفریکشن اور ڈبل ریفلکشن ڈہرا انعکاس ہوتا ہے، جس سے دو شعاعوں کی ویولینگتھ میں معمولی سا فرق پیدا ہوتا ہے۔ جوں ہی یہ شعاعیں اس عمل کے بعد قطرے سے باہر آتی ہیں تو آپس میں مل کر ویولینگتھ کے فرق کی وجہ سے جواہراتی چمک پیدا کرتی ہیں۔ یہی اوئل ہے، جس کے ذریعے شبنم کی چمک دمک جواہرات کو بھی خجل کر دیتی ہے۔

چھٹے اور آخری مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ نہ صرف پھولوں کی پتیوں پر شبنم تھی بلکہ درختوں کے پتے بھی شبنم سے تر تھے اور یوں لگتا تھا کہ کسی نے ان پتوں پر ہیرے اور موتی ٹانک دیے ہوں۔

بند نمبر 2

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا، وہ فضا ۔۔۔ دراج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل، وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا ۔۔۔ سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا

پھولوں سے سبز سبز شجر، سرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبدِ گل فروش تھے

حل لغت:

نور: روشنی، چمک دشت: صحرا سہانا: خوبصورت، خوش گوار دراج: تیتر

کبک: چکور تیہور: تیتر کی قسم کا ایک پرندہ طاؤس: مور صدا: آواز

جوش: ہیجانی کیفیت نالۂ مرغانِ خوش نوا: دل کش آواز والے پرندوں کی آواز شجر: درخت

سرخ پوش: سرخ لباس پہنے ہوئے تھالے: درختوں کے اردگرد کی گول کیاری جو پانی دینے کے لیے بنائی جاتی ہے۔

نخل: درخت سبدِ گل فروش: پھول بیچنے والے کی ٹوکری

مفہوم:

خوبصورت صحرا میں خوش گوار ہوا بھی تھی۔ دراج وکبک وتیہور وطاؤس کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھولوں پر بھی ہیجان طاری تھا اور خوش آواز پرندے گیت گارہے تھے۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا سے سردی کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ سرسبز درختوں کو پھولوں کی کثرت نے سرخ کردیا تھا یوں لگتا تھا جیسے درختوں کے اردگرد کی زمیں کسی گل فروش نے پھولوں سے بھر رکھی ہو۔

تشریح:

زیرِ تشریح بند کے پہلے مصرعے میں شاعر نے وہی کیفیت دوبارہ بیان کردی ہے جو پہلے بند میں تھی کہ سورج کی پُرنور شعاعوں سے میدان کربلا میں روشنی کا سماں ہو رہا تھا۔ یہ نور فرحت بخش اور طبیعت کو خوشی عطا کرنے والا تھا۔ جس سے آلِ شاہِ کونین لازمی طور پر سکون حاصل کرسکتے تھے۔ اور اس پرنور اور دل کش منظر میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے خوش گوار جھونکے آرہے تھے۔ اِن صحت آفریں سرد جھونکوں نے صحرا کو مزید دل کش اور خوب صورت بنا دیا تھا۔ چناں چہ میدان کربلا میں نہایت حسین وجمیل اور ایسا منظر پیدا ہو چکا تھا جو آسمان کے لیے بھی قابلِ رشک تھا۔ الغرض یہ صحرا کہنے کو صحرا تھا ورنہ حقیقت میں کسی حسین ترین باغ وسبزہ زار کا عکس تھا۔ ٹھنڈی اور خوش گوار فضا، سورج کی شعاؤں اور شبنم کے قطروں نے اِسے ''باغ نما دشت'' بنا رکھا تھا۔

فضا ہو رہی تھی حسین و معطر ؎ چمکتے تھے ہر سمت شبنم کے گوہر

دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ یہ حسین منظر دیکھ کر پرندے بھی اپنی خوشی کا اظہار دل کش آوازوں میں کر رہے تھے۔ تیتر بھی نغمہ سرائی کر رہے تھے۔ اشجار کی ٹہنیوں پر بیٹھے چکور بھی اپنی شیریں بیانی سے دشتِ کربلا کی خوبصورتی بیان کر رہے تھے۔ تیہور کی صداؤں سے بھی دشت گونج رہا تھا۔ مور (طاؤس) جس کا وجود بھی صحرا کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا اپنی خوبصورت آواز میں نغمہ سرائی کر رہا تھا۔ بقول شاعر:

پیدا گلوں سے، وہ قدرت اللہ کا ظہور ؎ وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خواں طیور

تیسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ گلاب کا پھول جس کو ساکت جان دار کہا جاتا ہے، اس موقع پر اپنا سکوت قائم نہ رکھ سکا اور سہانے دشت کی دل کشی ورعنائی کو دیکھ کر اپنے جذبات قابو میں نہ رکھ سکا۔ چناں چہ گلاب کا جوبن اور جوش وجذبہ قابلِ دید اور قابلِ رشک تھا۔ یعنی پھولوں پر مستی اور جذب کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ مزید برآں خوش آواز پرندے بھی نغمہ سرائی میں مصروف تھے۔ یوں لگتا تھا کہ یہ خوش آواز طیور آلِ رسول ﷺ اور لختِ جگرِ بتولؓ کی آمد پر مدح سرائی کر رہے تھے اور عقیدت کا نذرانہ اپنی زبان سے بارگاہِ حسین میں پیش کر رہے تھے۔ بقول شاعر:

پرندوں کی شیریں بیانی عجب تھی ؎ درختوں پہ پھولوں کی خوش بو غضب تھی

چوتھے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ میدان کربلا میں جو خوش گوار ہوا چل رہی تھی، وہ جسم کے لیے خوش گوار تھی۔ یہ ہوا اتنی زیادہ سرد نہ تھی کہ جسم کو ناخوش گوار ٹھنڈک کا احساس ہو بلکہ دل کش اور خوش گوار احساس جو انسان کے نہ صرف وجود بلکہ رگ وریشہ

میں سرایت کرتا چلا جاتا تھا۔ جگر کو سردی بخشنے کے علاوہ یہ ہوا ٹھنڈک اور خوشبو بھی عطا کرتی تھی۔

پانچویں مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ صحرا میں درختوں کی عجب کیفیت تھی۔ ایک تو درختوں کا رنگ ہی سرسبز تھا۔ عام مشاہدہ ہے کہ ہلکا نیلا رنگ (جیسے آسمان) اور سبز رنگ آنکھوں کو تازگی بخشتے ہیں (جیسا کہ آج سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانی آنکھ پر رنگوں کے اثرات لازمی طور پر واقع ہوتے ہیں) چناں چہ ایک طرف تو درختوں کے پتوں کا اپنا رنگ خوش گوار تھا، تو دوسری طرف پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا گویا درختوں نے سرخ لباس پہن لیا ہو۔

چھٹے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ درختوں کے اردگرد پانی دینے کے لیے جو گڑھے بنائے گئے تھے، وہ بھی پھولوں سے بھرے ہوئے تھے۔ دراصل شاعر کا منتہائے مقصود پھولوں کی کثرت کا اظہار ہے۔ اس مصرعے میں شاعر نے صنعتِ حسنِ تعلیل کا استعمال کیا ہے۔ کیوں کہ پھولوں کی کثرت تیز ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے ہوئی ہے، جس نے پھولوں کو ٹہنیوں سے الگ ہونے پر مجبور کر دیا اور پھولوں نے لڑکھڑاتے، ڈگمگاتے، درختوں کے اردگرد کے گڑھوں میں پناہ لے لی۔ اور یوں لگتا تھا کہ گویا کسی پھول بیچنے والے کی ٹوکری ہو، جس نے پھول سجا رکھے ہوں تا کہ بیچ سکے۔ چوں کہ کیاری عام سطحِ زمین سے گہری ہوتی ہے اس لیے اسے ٹوکری سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو کہ نہایت موزوں ہے۔ بقول علامہ محمد اقبالؒ:

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

بند نمبر 3

(فیصل آباد 10، لاہور 09)

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے، وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جابجا، وہ گہرہائے آب دار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا، بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل، ہزار
خواہاں تھے زیبِ گلشنِ زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

حل لغت:

دشت: صحرا
نسیم: صبح کے وقت چلنے والی ہوا
جابجا: جگہ جگہ
گہرہائے آب دار: چمک دار موتی
بالائے نخل: درختوں کے اوپر
خواہاں: خواہشمند
زیبِ گلشنِ زہرا: زہرا (حضرت فاطمہؓ) کے باغ کی رونق مراد اہلِ بیت
کٹورے: تھال، پیالے، مراد کھلے ہوئے پھول

مفہوم:

ہرے بھرے دشت میں صبح کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ پھولوں پر چمک دار موتی جڑے ہوئے تھے۔ درختوں کی شاخیں بھی ٹہل رہی تھیں۔ ایک درخت پر اگر ایک بلبل تھا تو پھول ہزار تھے۔ اہلِ بیت جنھیں پانی مطلوب تھا اُن کے لیے گلاب نے اپنے شگوفوں میں پانی اکٹھا کیا۔

تشریح:

زیرِ تشریح بند میں شاعر ایک مرتبہ پھر صبح کے حسین منظر کی عکاسی کی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ منظر بہت زیادہ حسین اور دل فریب تھا۔ اس دشت میں شبنم جواہرات کو مات دے رہی تھی اور تاروں بھرے آسمان سے بھی کہیں زیادہ حسین منظر پیش کر رہی تھی گویا طلوعِ سحر کے سامنے رات کے نظارے کی کوئی وقعت نہ تھی۔ بقول شاعر:

اس شان سے طلوعِ سحر کی سُنی نوید
تاروں کی روشنی کا سماں ختم ہو گیا

پہلے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ دشت میں نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے چل رہے تھے۔ نسیم وہ بادِ صبا ہوتی ہے جو طلوعِ آفتاب کے بالکل شروع میں چلتی ہے۔ صحرا میں ٹھنڈی بادِ نسیم چل رہی تھی۔ اس ہوا نے ماحول کو مسحور کن اور پُرسکون بنا دیا تھا۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ سبزہ کی بھی اس قدر کثرت تھی کہ یوں احساس ہوتا تھا جیسے صحرا میں کوئی سبز قالین بچھی ہوئی ہو، جس کی وجہ سے سبزہ زار جنت الفردوس کا نظارا پیش کر رہا تھا۔

یہ وقت صبح ہیں، رنگین نظارے سبزہ زاروں میں　　　شراب سرخ کی بارش ہے متوالی بہاروں میں

دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ صحرائے کربلا کے پھول شبنم ہی سے بھرے پڑے تھے۔ سفید چنبیلی بھی اوس کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ بنفشہ و نسترن پر بھی شبنمی جواہرات لگے ہوئے تھے۔ گل داؤدی وغیرہ پر جا بجا شبنم کے قطرے ہی نظر آ رہے تھے۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ اس نے اس انداز میں منظر کی عکاسی کی ہے کہ قاری چشم تخیل میں ہر طرف اوس ہی پاتا ہے۔ یہ مبالغہ آمیزی اور منظر کشی کی انتہا ہے اور اُردو شاعری میں اس کی مثل ملنا بے حد مشکل ہے۔

تیسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ شاخیں بھی حالت شوق میں یہ منظر تکے جا رہی تھیں۔ لیکن یہ حسین و دل کش منظر دیکھ کر اُن پر بھی زیادہ دیر سکوت قائم نہ رہ سکا اور اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے انھوں نے مچلنا شروع کر دیا۔ تند و تیز جھونکوں کی وجہ سے یہ جھومنا شروع ہو گئیں۔ بار بار اس مست کر دینے والی کیفیت میں شاخیں کبھی آپس میں ٹکراتیں اور کبھی زمیں سے آ کر ٹکراتیں اور دریا کے کنارے پر لگے ہوئے درخت تو آئینے کی مانند شفاف پانی کو چھوتے تھے۔

چوتھے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ پھولوں کی اس قدر افراط تھی کہ بلبل اور گل کا ایک اور ہزار کا تناسب تھا۔ ہماری روایتی اُردو شاعری میں گل کو محبوب دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بلبل ایک گل کو ہی دیکھ کر اس پر فدا ہو جاتا ہے۔ جب کہ یہاں تو بلبل کو اوسطاً ہزار گلاب میسر ہیں تو بلبل کے دیوانے پن کا کیا عالم ہوگا۔ اس مصرعے سے مراد گلوں کی کثرت ظاہر کرنا ہے۔

پانچویں مصرعے میں شاعر نے مناظر کی حسین دل کشی کے بعد اچانک کربلا کے اصل المیے کو بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ کے چمن کے گلوں یعنی امام حسینؓ اور اُن کے اہل و عیال پر ظالم کوفیوں اور یزیدیوں نے پانی بند کر رکھا تھا۔ فرات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی خشک زمینوں کو تو سیراب کر رہا تھا، لیکن معصوم شیر خوار علی اصغرؓ کے لیے ایک گھونٹ پانی دینے سے قاصر تھا۔

فرات کا پانی جانوروں کے لیے تو کھلا تھا لیکن فاطمہؓ کے لال، جنت کے سردار امام حسینؓ پر بند تھا۔ تین دن سے عمرو بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد ظالم کے حکم سے اہل بیت پر پانی بند کر رکھا تھا۔ بقول شاعر:

پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی　　　ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

آخری مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ گلاب نے اس موقع پر متبادل پانی کا بندوبست کیا اور شیر خدا علی المرتضیٰؓ اور حضرت فاطمہؓ کے جگر گوشے کے لیے شبنم کا پانی اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ یہاں شاعر نے کھلے ہوئے شگوفوں کو تھال کہا ہے کیوں کہ اس کی شکل کٹورے سے مشابہ ہوتی ہے۔ العطش العطش (پیاس پیاس) کرتے ہوئے ننھے زہراوی لعلوں کے لیے گلاب نے اپنے شگوفوں میں شبنم اکٹھا کرنا شروع کر دی تھی، تا کہ اہل بیت شبنم سے پیاس بجھا سکیں۔ گویا گلوں سے جس قدر اہل بیت کی خدمت ہو سکتی تھی وہ انجام دے رہے تھے۔

بند نمبر 4

دو قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم　　　کوکو کا شور، نالۂ حق سرّہٗ کی دھوم
سبحان ربّنا کی صدا تھی، علی العموم　　　جاری تھے وہ جو اُن کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رب علیٰ کی مدح
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی، خدا کی مدح

حل لغت:

قمری: فاختہ کی مانند ایک پرندہ　　　سرو: مخروطی شکل کا ایک درخت جو بے ثمر ہوتا ہے
ہجوم: بھیڑ　　　کوکو: قمری و فاختہ کی آواز　　　نالہ: آواز، صدا
حق سرّہٗ: پرندوں کی تسبیح، اللہ کے راز سے پُر چہچہاتی ہیں　　　سبحان ربنا: خدا پاک ہے　　　صدا: آواز

علی العموم: عام طور پر، عموماً رسوم: رواج، طریقے مدح: تعریف نوک زباں ہونا: زبانی یاد ہونا

مفہوم: قمریاں سرو کے ارد گرد اکٹھے ہو کر کوکو اور حق سرہٗ کی آوازیں بلند کر رہی تھیں۔ ہر جگہ سے سبحان اللہ کی صدائیں آ رہی تھیں۔ صرف پھول ہی یادِ خدا میں مگن نہ تھے بلکہ خار بھی محوِ یادِ خالق تھے۔

تشریح: زیرِ تشریح بند میں شاعر نے صبح کے وقت ہونے والی عباداتِ الٰہی کا ذکر کیا ہے۔ صبح کا پاکیزہ وقت اپنے اندر خاص کشش رکھتا ہے۔ انسان بھی صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوتا ہے اور چرند پرند بھی اپنے اپنے طور اطوار کے مطابق عبادت کرتے ہیں۔ مرغِ صبح کے وقت اذان دے کر خدا کی تسبیح کرتا ہے۔ چڑیوں کی آوازیں صبح کے وقت باغوں میں گونج رہی ہوتی ہیں۔ کبوتر، قمریاں، فاختہ و طاؤس وغیرہ تمام پرندے یادِ خدا میں محو ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی ہر جان دار اور بے جان شے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے میں مشغول ہوتی ہے۔ گویا:

پڑھتے ہیں وظیفہ شجر و سنگ بھی تیرا
دھیرے سے کیا عالمِ ہو بول رہا ہے

پہلے شعر میں شاعر نے یہی منظر بیان کیا ہے اور فاختہ کی مانند کے ایک طوق دار پرندے جسے عرفِ عام میں قمری کہا جاتا ہے کے بارے میں بتاتا ہے کہ وہ ایک لمبے بے ثمر درخت کے ارد گرد جمع تھی۔ یاد رہے کہ ہماری روایتی غزلیہ شاعری میں قمری کو سرو درخت کا عاشق کہا جاتا ہے۔ چناں چہ شاعر بتاتا ہے کہ قمریاں بھی اپنے محبوب درخت کے ارد گرد منڈلا رہی تھیں اور اپنی زبان سے خدا کی حمد و ثنا بیان کر رہی تھیں۔

قمریاں اللہ تعالیٰ کی جو تعریف بیان کر رہی تھیں وہ کوکو کی صدائیں تھیں اور صحرائے کربلا کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے کوکو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ قمریوں کی نغمہ سرائی اور قمریوں کا شور وہ بھی جداگانہ نہیں بلکہ متوازن صورت میں سنائی دے رہا تھا۔ گویا نہال بیٹھ کر اپنے محبوب درخت کے نظارے میں مگن اور خدائے قدوس کی حمد و ثنا کر رہی تھیں۔

ٹھنڈی ہوا وہ باغ کی وہ صبح کا ظہور
تھے محوِ یادِ حق میں درختوں پہ سب طیور

الغرض صبح کے وقت ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف تھی جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

"کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہے لیکن تم اس تسبیح کو نہیں سمجھتے"

بند کے دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ صرف قمریاں ہی کوکو کی صدائیں بلند نہیں کیے ہوئے تھیں بلکہ یہ ذکر علی العموم جاری تھا کہ سبحان ربنا یعنی پاک ہے ہمارا رب، کی تسبیح جاری تھی۔ میدانِ کربلا کے پودے صحرا میں اگی ہوئی خود رو جڑی بوٹیاں، الغرض یہ کہ صحرا میں موجود ہر شے اپنی زبانِ خاموش سے کہہ رہی تھی کہ "اے اللہ تو پاک ہے" اور سبحان اللہ کا ورد ہر شے کی زبان سے جاری تھا اور ہر شے اپنے رسوم کے مطابق اللہ کو یاد کر رہی تھی۔ پھول اپنے طور کے مطابق، اشجار اپنے اطوار کے لحاظ سے، پتھر، چٹانیں، پانی اپنے قوانین کے مطابق اور صحرا کا ہر ذرہ اپنے جدا جدا انداز سے خدا کی تسبیح بیان کر رہا تھا۔

آخری شعر میں شاعر کہتا ہے کہ پھول تو خدائے رحمٰن کی حمد و ثنا میں مگن تھے اور اس طرح تسبیح و تہلیل کے ذریعے یہ قدرتِ الٰہی کی مدح کر رہے تھے۔ بقول شاعر:

پیدا گلوں سے وہ قدرتِ اللہ کا ظہور
وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خواں طیور

شاعر مزید کہتا ہے کہ میدانِ کربلا میں فقط پھول ہی مدح سرائی میں مگن نہ تھے بلکہ کانٹے بھی ہر لحظہ اللہ کی یاد میں مگن تھے۔ کانٹوں کے ساتھ جو چبھن اور تکلیف کا تصور ہے وہ شاعر نے کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے سے ان کی زبان کی تیزی رفع ہو چکی تھی اور اب کانٹوں کی نوک بھی زبان بن چکی تھی۔ گویا اہلِ بیت کی آمد کا سن کر کانٹوں نے اپنے سر کند بنا لیے تا کہ اہلِ بیت کے کسی بھی فرد کو ان کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے۔ شاعر نے فنی پختگی کے کمال سے دشتِ کربلا کے منظر کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے کہ کس طرح ہر شے استقبالِ امام حسینؓ میں مگن تھی اور ان کے پاؤں میں محبت کے پھول نچھاور کر رہی تھی۔

بند نمبر 5

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے، یہ کہتی تھی، بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق، ترے نثار
یا حیُّ یا قدیر کی تھی ہر طرف، پُکار
تسبیح تھی کہیں، کہیں تہلیلِ کردگار
طائر ہوا میں مست، ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

حل لغت:

دانہ کش: دانہ اٹھانے والی　ضعیف: کمزور　رازق: رزق دینے والا یعنی اللہ تعالیٰ
نثار: قربان ہونا　یا حی: اے زندہ رہنے والے، اللہ کا ایک صفاتی نام
پکار: صدا　تسبیح: پاکی بیان کرنا　کردگار: اللہ تعالیٰ　تہلیل: لا الہ الا اللہ کہنا، توحید بیان کرنا
طائر: پرندے　مستی: وجد　کچھار: شیر کے رہنے کی جگہ

مفہوم:

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کر یہ کہتی تھی کہ اے ہم دانہ اُٹھانے والی کمزور مخلوق کو رزق فراہم کرنے والے تجھ پر قربان جاؤں۔ ہر جانب سے یا حیّ یا قدیر کی آواز آ رہی تھی، کہیں سے خدا کی پاکی بیان ہو رہی تھی تو کہیں سے "لا الہ الا اللہ" کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ طائر ہوا میں، ہرن میدانوں میں اور شیر اپنی کچھار میں یادِ الٰہی میں مگن تھے۔

تشریح:

زیرِ تشریح بند میں شاعر نے عناصرِ فطرت کو محوِ عبادت اور تسبیح میں مصروف دکھایا ہے اور اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ کائنات کی ہر جان دار و بے جان شے خدا کی حمد و ثنا بیان کر رہی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر شے انسان حیوان، جمادات نباتات خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کرتی ہے۔

بند کے پہلے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ کمزور اور چھوٹی سی چیونٹی بھی کربلا کے میدان میں خدا کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ چیونٹی ایک ناتواں ننھا سا جان دار ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہے۔ شاعر نے اس کی عبادت کا عجب انداز بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ چیونٹی اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہوئی کہ اے ہم ناتواں اور کمزور مخلوق اور ہوا میں اڑنے والی مخلوق کو رزق فراہم کرنے والے خدا میں اپنے وجودِ ناچیز کو تیری راہ میں قربان کرتی ہوں۔ بہرصورت شاعر کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مگن تھی۔

بقول شاعر:

چرندو پرند سب ہیں تیرے ثنا خواں
تری حمد کہتی ہے ساری خدائی

دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میدان کربلا میں ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اعتراف اور شکر کی صدائیں آ رہی تھیں اور میدان کربلا کا اِک اِک ذرہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مگن تھا۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو "اے ہمیشہ زندہ رہنے والے" کے الفاظ سے یاد کر رہا تھا، تو کوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یوں اظہار کر رہا تھا کہ "اے کائنات کے اک اک ذرے پر قادر"۔ پھر کہیں سے تسبیح کی صدائیں آ رہی تھیں یعنی خدا کی پاکی بیان ہو رہی تھی۔ کوئی جان دار سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) اور کوئی جان دار "سبحان ربی الاعلیٰ" کا نعرہ لگا رہا تھا۔ کسی اور جانب سے تہلیل کا ذکر ہو رہا تھا یعنی کلمۂ حق "لا الہ الا اللہ" کا ورد جاری تھا۔ الغرض مختلف اشیا مختلف انداز سے محوِ ذکر تھیں۔ کوئی ہاتھ اٹھا کر آہستہ سے دعائیں مانگ رہا تھا تو کوئی اونچی آواز میں چہچہا رہا تھا اور کوئی ہوا میں اڑتے ہوئے عبادت کر رہا تھا کہ گویا:

ہر اک شے کی زباں پر قدرتِ حق کے ترانے ہیں
نظر جس سمت اُٹھتی ہے عجب منظر سہانے ہیں

آخری شعر میں شاعر کہتا ہے پرندے فضا میں اڑتے پھرتے، اٹکھیلیاں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اور یہ طیور مکمل انہماک سے خدا تعالیٰ کی تسبیح میں مگن تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہرن بھی اپنے سبزہ زاروں میں وجدانی کیفیت میں

تھے اور اپنے مخصوص انداز میں چوکڑیاں بھرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ جنگل کا بادشاہ شیر بھی میدانِ کربلا کا حسین اور دل کش منظر دیکھ کر اپنی کچھار میں دھاڑ دھاڑ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر رہا تھا۔ شاعر نے معمولی سے معمولی اور طاقت ور سے طاقت ور جان دار کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام جان دار یادِ الٰہی میں مست تھے اور ہر سو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس قدر جلوے تھے کہ جو انسانی آنکھ کو خیرہ کر دینے کے لیے کافی تھے۔ بقولِ شاعر:

حیران ہوں دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں
ہر سو تیری قدرت کے جلوے ہیں

مشقی سوالات

سوال 1: ''میدان کربلا میں صبح کا منظر'' پیشِ نظر رکھتے ہوئے نیچے دیے گئے ہر سوال کے درست جواب کے شروع میں (✓) صحیح کا نشان لگائیں۔

(۱) برگ گل پر کس کی جھلک تھی؟
(الف) آفتاب کی کرن کی ✓ (ب) قطرۂ شبنم کی (ج) مہتاب کی کرن کی (د) انجم کی کرن کی

(۲) صبح کی ہوا کسے سردی بخشتی تھی؟
(الف) روح کو (ب) جان کو (ج) دل کو ✓ (د) جگر کو

(۳) ''اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار'' کس کی زبان پر تھا؟
✓ (الف) چیونٹی کی (ب) ہرن کی (ج) شیر کی (د) قمری کی

سوال 2: نظم ''میدان کربلا میں صبح کا منظر'' کا مرکزی خیال تحریر کریں جو تین جملوں سے زائد نہ ہو

جواب: میدان کربلا میں صبح کا منظر نہایت دل نشین ہے۔ ٹھنڈی ہوا، شبنمی جواہرات اور گلوں کی کثرت ہے۔ ہر ذی روح خدا کی تسبیح میں مگن ہے۔

سوال 3: مختصر جواب لکھیے جو تین سطروں سے زائد نہ ہوں۔

(۱) پہلے بند کے پہلے دونوں اشعار کے قوافی کی نشاندہی کیجیے۔

جواب: لہک، فلک، مہک، جھلک

(۲) نظم کا کوئی ایسا شعر لکھیے جس میں ردیف موجود ہو۔

جواب: طائر ہوا میں مست، ہرن سبزہ زار میں. جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

شعر میں ''میں'' ردیف ہے۔

(۳) نظم میں کن کن جانوروں اور پرندوں کے نام آئے ہیں۔

جواب: دراج، کبک، تیہور، طاؤس، بلبل، قمری، چیونٹی، شیر، ہرن

سوال 4: نظم ''میدان کربلا میں صبح کا منظر'' کے آخری بند کی تشریح کیجیے۔

جواب: دیکھیے تشریح اشعار میں۔

سوال 5: نظم ''میدان کربلا میں صبح کا منظر'' کا خلاصہ لکھیے جو دس سطروں سے زائد نہ ہو۔

جواب: دیکھیے نظم کا خلاصہ۔

سوال 6: ان الفاظ وتراکیب کا مطلب لکھیں۔

سبزۂ صحرا	:	بے آب گیاہ علاقے میں اگا ہوا سبزہ
جوشِ گل	:	پھولوں کا ہیجان مراد پھولوں کی کثرت
نالۂ مرغانِ خوشنوا	:	اچھی آواز والے پرندوں کی پکار
برگِ گل	:	پھول کی پتی
نالۂ حق سرہ	:	خدا کے بھید حق ہیں (ایک حمدیہ کلمہ)